الفتح السماوی بتوضیح تفسیر البیضاوی (مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

تعارف مخطوط انوار التنزیل واسرار التاویل

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی *

قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی م (1295/695) کا شمار ساتویں صدی کے مفسرین میں ہوتا ہے۔ان کی کتاب انوار التنزیل واسرار التاویل کتب تفسیر میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔علامہ بیضاوی کی یہ تفسیر علماء و محققین اور فضلاء و مدرسین کے حلقہ میں تالیف کے بعد جلد ہی مقبول ہوگئی تھی اور یہ قبول عام اسے آج بھی حاصل ہے۔چنانچہ علماء مفسرین کے ہاں دروس تفسیر میں اہل قلم شارحین کے ہاں شروح وتعلیقات اور حواشی واختصارات میں یہ کتاب مرکز نگاہ بن گئی۔حاجی خلیفہ نے بیضاوی کے مکمل او رنامکمل کل 21 حواشی اور 21 تعلیقات کا ذکر کیا ہے۔کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ شیخ ابوبکر بن احمد الصائغ حنبلی (م714ھ/1314ء) نے اس کا حاشیہ لکھا۔[1] جب کہ ان کے اور قاضی بیضاوی کے سال وفات میں ۱۹ سال کا فصل ہے یعنی اس دور میں جب کہ نشر واشاعت اس قدر تیز رفتار نہ تھی، ۱۹ سال کے اندر اندر کسی حاشیہ کا مرتب ہوجانا؛ اہل علم کے ہاں کتاب کی قدر شناسی اور مقبولیت کی کھلی دلیل ہے۔بعد ازاں آٹھویں صدی ہجری میں ایک حاشیہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی (م۷۷۵ھ) نے مرتب کیا۔[2]

نویں صدی ہجری میں دوحواشی اور ایک تعلیق نظر آتے ہیں۔دسویں صدی ہجری میں یہ کتاب زیادہ قبول عام حاصل کرگئی اور اس پر ۱۳ حواشی اور سات تعلیقات مرتب ہوئیں۔[3]

گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔[4]

برصغیر میں بیضاوی پر حواشی کا آغاز دسویں صدی ہجری مولانا وجیہ الدین علوی گجراتی (م۹۹۸ھ/ ۱۵۹۸ء) کے حاشیہ سے ہوا۔[5] گیارھویں صدی میں سید صبغۃ اللہ (م ۱۰۱۵ھ/ ۱۰۶۷ھ)، مولانا عبدالسلام لاہوری (م۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) شیخ عبدالحکیم سیالکوٹی (م۱۰۶۷ھ/ ۱۰۵۶ء) گیارھویں صدی میں سید جاراللہ الہ آبادی (م۱۱۱۰ھ/ ۱۶۹۸ء)ء محمد بن عبدالرحیم

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جونپوری (م ۱۱۷۳ھ/ ۱۷۵۹ء) کے حواشی نظر آتے ہیں۔[6]

ان حواشی میں شیخ عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ سب سے زیادہ معروف ہے۔شروح و تعلیقات کی اس فہرست میں ۲۰ شوال المکرّم ۱۳۶۰ھ/۱۹۵۳ء کو ایک نئے نام کا اضافہ ہوتا ہے۔قصبہ کاندھلہ کے عظیم فرزند مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م ۱۳۷۴ھ/۱۹۷۴ء) دارالعلوم دیوبند میں اس عظیم تفسیر کے حاشیہ کی ابتداء کرتے ہیں۔شروح وتعلیقات کی اس قدر طویل فہرست کے باوجود مولانا نے اس پر حاشیہ لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی،اس سوال کا جواب مولانا نے بڑی تفصیل سے دیا ہے، یہاں اس کی تلخیص ذکر کی جاتی ہے۔

وجہ تالیف

حاشیہ کی وجہ تالیف کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے اولاً قاضی بیضاوی کی اس عظیم کتاب کی خوبیاں بیان کیں اور یہ بتایا کہ یہ کتاب اہل علم وفضل کے حلقہ میں درس وتدریس اور حواشی وشروح کی تالیف کے لیے ہمیشہ مرکز نگاہ رہی،اس سلسلہ میں مولانا نے شیخ زادہ[7] خفاجی[8] شیخ اسماعیل[9] ابن التجید[10] علامہ کازرونی[11] اور علامہ العصام[12] کے حواشی کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"فاحسن الحواشي الوجيزه حاشية ابن التمجيد لكنها لا تكفي للكشف عن عويصاته ورفع النقاب عن وجوه محذراته فما اخذت من هذه الحواشي والخصت منهالم انسب العبارات لا صحابها غالبا التفسير وقع مني التقديم والتاخير على حسب الضرورة مع الاعتراف بالاغتراف من فضالتهم ومع الاعراف باني ماسريت بذالك المسرى الا بدلا لتهم وهدايتهم ومع الاعتراف بقصور باعي وازجاء بضاعتي وتلطفي على مائدتهم.[13]

ان حواشی میں سے ابن التجید کا حاشیہ سب سے بہتر ہے لیکن کلمات بیضاوی کے بعض مشکل میدان سر کرنے اور اس میں چھپے معنی کو کھولنے کے لیے کافی نہیں، چنانچہ میں نے ان حواشی سے استفادہ کر کے یہ جرات کی کہ ان کا ایک خلاصہ مرتب کیا جائے،اس میں میں نے ان حضرات کی بعض عبارتوں کو حسب ضرورت مقدم و موخر بھی کیا جو یقیناً ان حضرات کے شان عالی کے مناسب نہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تھا،لیکن میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے اس میدان کو انہی حضرات کے علوم اور انہی کی رہنمائی کے ذریعہ سے سر کیا ہے۔میں اپنے قصور علم کا بھی اعتراف کرتا ہوں اور اس بات کا اقرار کرتا ہوں میں نے جو کچھ سامنے رکھا ہے وہ انہی حضرات کے دستر خوانوں کی خوشہ چینی کا نتیجہ ہے۔

یعنی ان طویل ومختصر حواشی کے اندر جو علوم و معارف پوشیدہ اور منتشر تھے،مولانا نے نہ صرف یہ کہ انہیں خوب کھول کر وضاحت سے قاری کے سامنے رکھ دیا بلکہ ان تمام علوم ومعارف کو ایک کوزہ میں بند بھی کر دیا۔

اسلوب تحریر

اپنے حاشیہ کی تالیف میں جو اسلوب مولانا نے برقرار رکھا ہے اس کو حسب ذیل نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ آیات قرآن یا عبارت متن (بیضاوی) کو علیحدہ تحریر نہیں کیا گیا بلکہ مولانا کی اپنی تشریح اور عبارت متن ساتھ چلتے ہیں۔البتہ شرح اور متن کو جدا کرنے کے لیے عبارت متن کو خط کشیدہ کر دیا گیا ہے۔

۲۔ مولانا نے یہ وضاحت نہیں کی کہ شرح لکھتے وقت ان کے سامنے بیضاوی کا کون سا نسخہ تھا ایک تھا یا ایک سے زائد۔

۳۔ متن کی عبارت میں جہاں نسخوں کا اختلاف تھا،اس کو بیان کر دیا گیا ہے۔

۴۔ عبارت متن کو نقل کرنے کے بعد اختصار کے ساتھ مولانا اس کی لغوی تشریح،صرفی اشتقاقات اور نحوی ترکیب بیان کرتے ہیں۔

۵۔ لغوی تشریح کے بعد اس کے معنی اور مراد کو مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

۶۔ معنی ومراد کے بعد جہاں موضوع کا تقاضہ ہو،علمی اور فکری بحث کی جاتی ہے۔

۷۔ اخیر میں ''حاصل کلام'' کے عنوان سے اس پوری بحث کا خلاصہ اور لب لباب چند سطروں میں بیان کر دیا جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۸۔ جہاں کہیں امام بیضاوی کی رائے سے اختلاف ہو، مولانا اس کا برملا اظہار کرتے ہیں اور علامہ بیضاوی کی رائے کو دلائل سے رد کرتے ہیں۔

۹۔ زیادہ تر مباحث کا تعلق کلامی مسائل سے ہے تصوف کی بھی بعض بحثیں ہیں، فقہی مسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔

۱۰۔ واقعات وقصص کے بیان میں اسرائیلی روایات سے گریز کیا گیا ہے۔

اجزاء کی تقسیم اور نسخہ ہائے مخطوط

مولانا نے اپنے اس مخطوط کو گیارہ اجزاء میں تقسیم کیا ہے، اگرچہ صفحات کے نمبر مندرج نہیں لیکن مخطوط آغاز قرآن سے سورۃ آل عمران کے اختتام تک اور بنی اسرائیل سے ختم قرآن کریم تک مکمل اور مرتب شکل میں موجود ہے۔

جز واول مقدمہ، تعوذ وتسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی توضیحات پر مشتمل ہے، اس کے دو نسخے موجود ہیں۔ ایک مولانا کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جب کہ دوسرا مولانا کے فرزند ارشد مولانا محمد میاں صدیقی صاحب[۱۴] کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ صدیقی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی مولانا نے بعد میں نظر ثانی کیا ہے اور اس پر کچھ اصلاحات بھی کی ہیں۔ مولانا کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے اور صدیقی صاحب کے تحریر کردہ نسخے میں مقدمہ کی عبارت میں بعض اختلافات پائے جاتے ہیں۔[۱۵]

دوسرا جزو سورۃ بقرہ کی ابتداء سے آیت ۱۸ تک، تیسرا جزو سورۃ بقرہ کی آیت ۱۹ تا ۳۹ پر، چوتھا جزو آیت ۴۰ تا ۸۲ پر، پانچواں جزو آیت نمبر ۸۳ تا ۱۴۱ (پارہ اول اور بیضاوی کے جز اول کے اختتام) پر، چھٹا جزو سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۴۲ تا ۲۵۲ (دوسرے پارہ کے اختتام) پر، ساتواں جزو سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۳ تا اختتام سورۃ پر۔ آٹھواں جزو سورہ آل عمران پر مشتمل ہے جب کہ سورۃ مائدہ سے سورۃ بنی اسرائیل تک کا ایک حصہ موجود نہیں ہے۔ اور دسواں اور آخری حصہ سورۃ بنی اسرائیل سے ختم قرآن تک ہے۔ آخری جزو کے بھی آخری صفحات یا ایک صفحہ موجود نہیں ہے، سورۃ الناس کی تشریحی عبارت درمیان میں ہے۔ جزواول کے سوا تمام اجزاء کی صرف ایک ہی نقل ہے، کوئی مزید نقل اس مخطوطہ کی موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس مخطوط پر ابھی تک تحقیق کی گئی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

توضیح بیضاوی اورتفسیر آیات بینات کے اعتبار سے یہ تالیف ایک عظیم تالیف ہے۔مولانا اپنے مخصوص انداز میں آسان عبارت کے ساتھ مشکل سے مشکل مقام کو بھی خوبصورت انداز میں سمجھا دیتے ہیں۔مولانا کا انداز تحریر اس قدر جاذب نظر ہے کہ قاری اس میں گم ہوکر رہ جاتا ہے اور جس قاری نے مولانا سے ملاقاتیں کی ہوں، یا ان کے درس میں شرکت کی ہو، وہ عبارت کے ساتھ ساتھ مولانا کی آواز کانوں میں گونجتی ہوئی محسوس کرتا ہے۔

واقعی کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

العالم حی ان کان میتاً

والجاهل میت ان کان حیاً

مولانا کے اس حاشیہ سے چند مقامات سے اقتباسات پیش کئے جائیں گے جس سے اندازہ ہوگا کہ مولانا نے کیسے کیسے علمی مباحث، کیسے خوبصورت اور دل نشین انداز میں بیان کئے ہیں۔

سورۃ فاتحہ کی توضیح وتشریح کے ضمن میں علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ قرآن کریم کے تمام مضامین پر مشتمل ہے۔[16]

علامہ از خود بھی اس کی وضاحت کرتے ہیں۔مولانا نے بھی اس کی خوب توضیح کی ہے اور اخیر میں ''حاصل کلام'' کے عنوان سے فرمایا۔

قرآن کریم کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی تخلیقی ابتداء کو بھی پہچانے اور اپنے انجام سے باخبر ہو، انجام کو بہتر بنانے کے لیے جن ضوابط کے تحت زندگی گزارنی ہے قرآن کریم میں ان ضوابط کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ثناء ۲۔اوامر ونواہی ۳۔وعد ووعید

قصص وامثال انہی مقاصد کی تکمیل کے لیے قرآن کریم میں موجود ہیں۔

سورۃ فاتحہ میں یہ تینوں مضامین اجمالاً جمع کر دیئے گئے ہیں۔

۱۔ الحمد سے مالک یوم الدین تک تعریف وثناء کے تمام مضامین آ گئے۔

۲۔ ایاک نعبد میں تمام اوامر ونواہی آ گئے کیونکہ عبادت اطاعت وتسلیم کا نام ہے اور اطاعت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وتسلیم کے معنی ہر امر کو پورا کرنا اور ہر ممنوع چیز سے بچنا ہے۔

۳۔ اھدنا الصراط سے ولا الضالین تک وعدو وعید آ گئے۔ انعمت میں تمام جسمانی نعمتیں آ گئیں جو اس زندگی میں انسان کے پاس موجود ہیں یا بقیہ زندگی میں ملنے والی ہیں اور آخرۃ کی وہ تمام روحانی نعمتیں آ گئیں جو صراط مستقیم پر چلنے کے نتیجہ میں اسے ملیں گی جن میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ غضب سے تمام وعیدیں آ گئیں۔ اللہ کے غیظ وغضب اور اس کے عذاب کے تمام مشاہدات کی جانب اشارہ کر دیا گیا۔

اسی لیے اس سورۃ مبارکہ کا لقب ''ام القرآن'' ہے جس طرح ماں اپنے پیٹ میں موجود بچہ پر حاوی ہوتی ہے، اسی طرح سورۃ فاتحہ قرآن کریم میں موجود تمام تفصیلی مضامین پر اجمالی طور پر حاوی ہے۔ ۱۷

بعض لطیف بحثیں

مولانا ایک نکتہ رس ذہن کے مالک ہیں اور اپنی تصانیف میں دقیق ولطیف علمی نکات بیان کرتے ہیں۔ شرح بیضاوی میں بھی یہ اسلوب جا بجا نظر آتا ہے مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی توضیح کے ضمن میں لفظ اللہ پر ایک بڑی لطیف اور منفرد بحث کی ہے۔

''علماء ومحققین جس طرح اللہ کی ذات وصفات کی حقیقت کی تعیین میں حیران وسرگرداں ہیں، اسم باری تعالیٰ میں بھی حیران ہیں کہ اس لفظ کی حقیقت کیا ہے، لفظ اللہ کی اصل کیا ہے۔ آیا یہ مشتق ہے یا جامد، اگر مشتق ہے تو اس کا مادہ کیا ہے لفظ اللہ کون سا صیغہ ہے، اس کے مادی معنی کیا ہیں اور اس اشتقاق کے بعد اس کے کیا معنی قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ یہ لفظ عربی ہے یا غیر عربی؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ اہل علم وفکر اور صاحبان تحقیق وفضل ان کے جوابات تلاش کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ذات باری کے جلال کی طرح، اس کے نام میں ایسی عظمت اور ایسا جلال ہے کہ اس لفظ کے فہم وادراک سے بھی دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئی ہیں چنانچہ بعض علماء کا خیال ہوا کہ یہ عربی کا لفظ ہی نہیں بلکہ سریانی زبان سے عربی میں منتقل ہوا ہے، بعض کے نزدیک یہ اسم یا صفت مشبہ ہے لیکن یہ لوگ بھی یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ اسم ہے تو اسم جامد وعلم یا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشتق، مشتق ہے تو اس کا مصدر کیا ہے، علم ہے تو اس پر الف لام کیوں ہے، یہ الف لام وہی لام تعریف ہے جو اسم کو نکرہ سے معرفہ میں لانے کے لیے لگایا جاتا ہے یا اسم الٰہی کا جزو ہے آیا اس کو اس لفظ سے علیحدہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ١٨

یہ وہ چند بنیادی اور اساسی نوعیت کے سوالات ہیں جو اسم باری تعالیٰ کے بارے میں ذہنوں میں ابھرتے ہیں لیکن کوئی بڑے سے بڑا نکتہ رس ذہن بھی اس تک رسائی نہ کر سکا۔ اس پر بحث کا آغاز کرنے سے قبل مولانا نے اسم کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

اسم کی تین قسمیں ہیں۔

١۔ اسماء اعلام ٢۔ اسماء جنس ٣۔ اسماء صفات

اسم کے معنی یا تو نفس تصور میں کسی دوسرے کو شرکت کو قبول کرتا ہوگا یا نہیں کرتا ہوگا اگر نہیں کرتا تو علم ہے بصورت دیگر وہ کسی چیز کی ذاتی حقیقت کی نشان دہی کر رہا ہوگا یا کسی چیز کا کوئی وصف بتا رہا ہوگا۔ پہلی صورت میں اسم جنس جیسے آدمی، گھوڑا اور دوسری صورت میں اسم صفت جیسے سرخ، سیاہ، عالم، جاہل۔ اسم جنس میں لفظی مفہوم سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے ایک خاص ذات معلوم کی علامت سمجھا جاتا ہے جب کہ اسم صفت کسی ذات معلوم و معین کا نام نہیں ہوتا بلکہ بعض اوصاف یا متعلقہ معانی کے لیے بولا جاتا ہے اس لیے اس میں تعیین کا احتمال نہیں (جیسے عالم، جس شخص میں علم کی صفت پائی جاتی ہو اسے عالم کہا جائے گا)

اسم کی ان تین اقسام کو یہاں اس لیے بیان کیا گیا کہ لفظ اللہ سے متعلق آنے والی بحث کو سمجھنے میں دقت پیدا نہ ہو۔ اس سلسلہ میں علامہ بیضاوی نے چار اقوال نقل کئے ہیں۔

١)۔ اسم جنس ہے، اس کی اصل الالہ ہے، ہر معبود کو خواہ وہ برحق ہو یا معبود باطل، ابتداءً الہ کہا جاتا ہے، پھر معبود حق کے لیے الہ کا لفظ مخصوص ہو گیا۔ جیسے البیت کا لفظ گھر کے لیے تھا پھر بیت اللہ کے لیے مخصوص ہو گیا۔ یا جیسے نجم ہر ستارہ کے لیے تھا پھر ثریا کے لیے مخصوص ہو گیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲)۔ علم ہے ذات مخصوص کے لیے، شرکت کو قبول نہیں کرتا۔ عام طور پر فقہاء اور علماء نحو اسی کے قائل ہیں کیونکہ صفات الٰہی کی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے، اللہ کی رحمت، اللہ کی مغفرت، وغیرہ

۳)۔ یہ اصل میں وصف ہے لیکن غلبہ کی وجہ سے علم بن گیا جیسے ثریا۔ علامہ بیضاوی نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور تین وجوہ ترجیح بیان کئے ہیں۔

الف)۔ اللہ کی ذات کو صفات سے علیحدہ کرنے کے بعد اس کے لیے کوئی لفظ وضع کرنا ممکن نہیں۔

ب)۔ اللہ فرماتا ہے **وھو اللہ فی السموات وفی الارض** اگر اللہ اسم ذات ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ اللہ زمین و آسمان میں رہائش پذیر ہے حالانکہ اللہ کی ذات زمان و مکان سے ماوراء ہے۔

ج)۔ اشتقاقی معنی اس کے اندر موجود ہے اس لیے یہ وصف ہی ہوسکتا ہے۔

۴)۔ یہ لفظ عربی زبان کا نہیں بلکہ سریانی زبان کا ہے۔[۲۰]

علامہ بیضاوی نے تیسرے قول کو ترجیح دی ہے جب کہ مولانا نے بیضاوی کے ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد قول اول کو ترجیح دی اور باقی تینوں اقوال پر تنقید کی ہے اور علامہ بیضاوی نے تیسرے قول کی جو تین وجوہ ترجیح بیان کئے ہیں ان تینوں پر بھی تنقید کی ہے۔ چوتھے قول پر تنقید کرتے ہوئے مولانا کہتے ہیں کہ لفظ اللہ قرآن کریم میں متعدد بار استعمال ہوا ہے اور قرآن میں سوائے شاذ و نادر چند ایک مقامات کے، غیر عربی لفظ استعمال نہیں ہوا۔ اس لیے اس کو غیر عربی قرار دینا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ تیسرے قول کے لیے تین وجوہ پر تنقید کرتے ہوئے مولانا کہتے ہیں کہ پہلی وجہ ترجیح پر تو بیضاوی نے اپنی بعض تعلیقات میں خود اعتراض کیا ہے اللہ کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے کسی لفظ کو وضع کرنے کی ضرورت نہیں۔ دوسری وجہ یہ فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ میں یہ خرابی نہیں پائی جاتی کیونکہ بعض اوقات ظرف کو صفت سے منسلک کردیا جاتا ہے جیسے کہا جائے کہ تو میرے نزدیک حاتم ہے۔ تیسری وجہ ترجیح کے متعلق مولانا کا قول یہ ہے کہ اشتقاق ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وصف ہی ہو کیونکہ زمان ومکان کے نام مشتق ہوتے ہیں لیکن وصف نہیں ہوتے۔دوسرے قول پر مولانا تنقید کرتے ہیں کہ صفت کا لفظ کسی طرف منسوب ہونا،اس کے اسم ہونے کی علامت ہے،علم ہونے کی نہیں۔مولانا قول اول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الہ اسم جنس ہے کیونکہ اسماء صفات کسی خصوصیت پر دلالت کرتے ہیں یہ خصوصیت کسی وقت موجود ہوتی ہے کسی وقت موجود نہیں ہوتی۔جیسے''امام''ایک صفاتی نام ہے کہ جس کی اقتداء کی جائے یہ وصف کسی وقت موجود ہوگا اور کسی وقت موجود نہ ہوگا۔دوسری بات یہ کہ اسماء صفات ایک خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کون اس خصوصیت کا مالک ہے۔ان دونوں معنی کے لحاظ سے اللہ اسم ذات ہوگا،اسم صفاتی نہیں۔[۲۱]

یہ خالص علمی اور تکنیکی بحث ہے لیکن مولانا نے اپنے عمدہ اسلوب اور اس قدر آسان پیرائے میں یہ گفتگو کی ہے کہ قاری پوری بحث کو سمجھتا چلا جاتا ہے اور کہیں بھی اسے سمجھنے میں وقت یا پریشانی کا سامنا نہیں ہوتا۔کسی مشکل بات کو آسان پیرائے میں بیان کرنے کے لیے جیسے تبحر علمی کی ضرورت ہے مولانا کے اندر وہ تبحر الحمدللہ موجود تھا،ورنہ ان مشکل بحثوں اور فلسفیانہ موشگافیوں کو من و عن نقل کر دینا،اس بات کا لحاظ کئے بغیر کہ قاری اسے سمجھ پائے گا یا نہیں،آسان کام ہے۔

کلامی مباحث

مولانا نے اپنے حاشیہ میں مختلف مقامات پر موقع ومحل کے لحاظ سے کلامی مباحث بھی کی ہیں۔کلامی مباحث میں بھی مولانا کا انداز یہی ہے کہ مشکل سے مشکل مسائل ونظریات کو عام فہم انداز،سادہ اور دلنشین اسلوب میں اس طرح قاری کے ذہن میں اتار دینا کہ قاری اس کے فہم و ادراک میں کوئی دقت محسوس کرے اور نہ ہی پڑھتے وقت اس میں اکتاہٹ کا احساس پیدا ہو۔

ایمان کے معنی

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر تین یؤمنون بالغیب کی توضیح کے ضمن میں ایمان کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم پر سیر حاصل اور مدلل بحث کی۔اس سلسلہ میں علماء متکلمین،محدثین،فقہاء اور فلاسفہ کے دس مختلف اقوال نقل کیے۔ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد''حاصل کلام''کے عنوان کے تحت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دی گئی خلاصہ بحث میں اس پوری بحث کو چند الفاظ میں سمیٹ کر پیش کر دیا کہ اس عظیم اور اہم مسئلہ کو جس کے حل کے لیے علماء و دانشوروں اور محققین و فلاسفہ کی جماعتیں سرگرداں ہیں، چند الفاظ میں بیان کر دیا۔ مولانا لکھتے ہیں۔

۱۔ اعمال حقیقت میں ایمان کا ایسا حصہ ہیں کہ یہ حقیقت ایمان سے جدا نہیں ہو سکتے اگر یہ موجود ہوں تو ایمان بھی موجود ہے اور اگر یہ زندگی سے ختم ہو جائیں تو ایمان بھی ختم ہو جاتا ہے، یہ معتزلہ کا مسلک ہے۔

۲۔ اعمال ایمان کے اجزاء عرفی ہیں کہ جن کے بغیر ایمان اگر چہ مکمل نہیں ہوتا لیکن ان کے ختم ہو جانے سے ایمان ختم بھی نہیں ہوتا جیسے انسانی اعضاء اس کے اجزاء عرفی ہیں کسی عضو کے ختم ہونے سے حقیقت انسانی ختم نہیں ہوتی۔ یہ سلف کا مسلک ہے۔

۳۔ اعمال ایمان کے خارجی اثرات میں سے ہے، ان کے ہونے یا نہ ہونے سے ایمان پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ جدید نظریہ ہے۔

۴۔ اعمال ایمان سے بالکل خارج ہیں، جس طرح کسی کافر کو اس کے نیک اعمال کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے اسی طرح گناہ کے کام مومن کے ایمان میں کوئی نقصان نہیں پیدا کرتے یہ خوارج کا نظریہ ہے، اس نظریہ میں اور سابق میں صرف لفظی فرق ہے۔۲۲

علامہ بیضاوی نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء عرفی ہیں کیونکہ یقین قلب کا نام ہے جب کہ اعمال کا اعضاء و جوارح سرانجام دیتے ہیں مزید یہ کہ بہت سے مواقع پر قرآن کریم ایمان اور اعمال صالحہ کو علیحدہ علیحدہ حرف عطف کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان و اعمال میں اگر چہ باہم مناسبت ہے لیکن یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بیضاوی نے اس نظریہ کی حمایت میں دس دلائل دیتے۔۲۳

منافقین کی مثال

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر سترہ تا بیس میں قرآن کریم میں منافقین کے رویہ کو دو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ اس موقع پر علامہ بیضاوی کی توضیحات کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''منافقین کے لیے دومثالیں بیان فرمائیں۔

۱۔ آگ کی مثال **مثلهم كمثل الذى استو قد ناراً**۔۲۴

۲۔ آسمان سے برسنے والے پانی **او كصيب من السماء**۔۲۵

آگ روشنی اور حرارت کا نام ہے اور پانی زندگی اور آثار حیاۃ کا نام ہے نار کا مادہ نور ہے اور پانی کا مادہ حیاۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کو قلب کی زندگی اور اس کے لیے نور بتایا ہے، بلکہ اس کا نام قلب کی روح رکھا۔ جس نے اس وحی کو قبول کیا، اس پر ایمان لایا اس نے اپنے قلب کو زندگی دی اور وحی ربانی کے نور اور اس کی روشنی سے منور کیا، جس نے کفر کی زندگی اختیار کی، اس کا قلب مردہ ہوا اور وہ بحر ظلمات میں گر گیا۔ ان دو طبقات کا ذکر کرنے کے بعد قرآن کریم نے منافقین کا ذکر کیا، وحی ربانی سے ان کی زندگی میں کیا تبدیلی آئی، اس کو دو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا۔ پہلی مثال یہ کہ اس نے آگ روشن کی، روشنی اور نفع کے لیے، یعنی بظاہر اسلام میں داخل ہوا تا کہ وہ منفعتیں حاصل کی جا سکیں جو ایک مسلمان کا حصہ ہوتی ہیں، لیکن اس روشنی سے قلب کو منور کرنے کا وقت آیا تو یہ آگ اس کے لیے بجھ گئی، یہ اس شخص کی مثال ہے کہ جس نے حق کو دیکھا، اس کا مشاہدہ کیا لیکن ایسی بے توجہی برتی جیسے وہ دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو، اس نے حق کو پہچانا لیکن قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

دوسری مثال پانی کی دی اور انہیں اصحاب صیب کی طرح قرار دیا''۔۲۶

منافق کی ان دو مثالوں کو ذکر کرنے کے بعد مولانا نے قرآن میں مختلف مقامات پر مومنین کی جو مثالیں بیان کی گئی ہیں، ان کو نقل کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ:

''مومن کی دو قسمیں ہیں۔ مقربین اور ابرار، اسی طرح منافقین کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱)۔ خالص منافق ۲)۔ خصائل نفاق میں سے کسی خصلت کا حامل جیسے حدیث میں آیا۔

ثلاث من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه واحدة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها... الخ. ۲۷

منافقین کی مختلف اقسام کو سورۃ براۃ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یہاں یہ دو مثالیں صرف اس لیے ذکر کی گئی ہیں کہ منافقین کے حال سے بہت گہری مناسبت رکھتی ہیں۔۲۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرشتوں کی معصومیت

سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ذکر کیا کہ جب اس نے فرشتوں کے سامنے یہ اعلان کیا کہ میں آدم کو زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں تو اس پر فرشتوں نے کہا:

اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك. ۲۹

اے اللہ آپ ایسی مخلوق کو زمین میں خلیفہ بنا رہے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گی اور خون بہائے گی جب کہ ہم تیری پاکی اور برائی بیان کرتے ہیں۔

اس آیت کو بنیاد بنا کر **فرقہ حشویہ** ۔۳۰ نے یہ قول اختیار کیا کہ فرشتے معصوم نہیں ہوتے کیونکہ:

۱۔ انہوں نے اللہ کے ایک فیصلہ پر اعتراض کیا اور اللہ کے فیصلہ پر اعتراض کرنا گناہ ہے، اس گناہ کے بعد وہ معصوم نہیں رہے۔

۲۔ بنی آدم کی غیر موجودگی میں اُن کی بڑائی کی جو غیبت کی تعریف میں داخل ہے اور غیبت گناہ ہے۔

۳۔ اپنی تعریف کی حالانکہ قرآن کہتا ہے "**فلا تزکوا انفسکم**"۔۳۱ حکم الٰہی کی نافرمانی کے بعد ان کی معصومیت کیسے برقرار رہ سکتی ہے۔ علامہ بیضاوی نے فرقہ حشویہ کے اس نظریہ کی تردید کی اور مختلف وجوہ سے ان کے ان افکار کا جواب دیا۔۳۲

مولانا نے علامہ بیضاوی کی بہت خوبصورت ترجمانی کی، مصنف کے دلائل کو دلنشیں انداز میں بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

فرشتوں کا یہ سوال برائے اعتراض نہیں تھا بلکہ اس کی درج ذیل وجوہ تھیں۔

۱۔ یہ سوال حیرت کا اظہار تھا کہ آدم کی ظاہری خصلتیں جو ہمارے علم میں ہیں ان سے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۔ آدم کو خلافت عطا کرنے میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہے ملائکہ اس حکمت کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ ملائکہ نے اس سوال کے ذریعے یہ واضح کیا کہ اگر چہ ہم تیری تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں لیکن اس سلسلہ میں ہم لاعلم ہیں، ہماری رہنمائی فرما۔

۴۔ آدم کی فطرت سے ملائکہ کسی قدر واقف تھے اور انہیں یہ تشویش لاحق ہوئی کہ بنی آدم زمین پر اللہ کی نافرمانی کریں گے، ملائکہ کو اللہ تعالیٰ سے جو قرب اور تعلق نصیب تھا، اس کی وجہ سے انہیں یہ گوارہ نہ تھا کہ اللہ کے احکام کی نافرمانی ہو۔ ۳۳

اس علمی بحث کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک جانب انسان ہے جسے مسجود ملائکہ بنایا گیا، اس وجہ سے یہ ملائکہ سے افضل ہوا جب کہ دوسری طرف ملائکہ جو اپنی عبادت و عصمت کی وجہ سے انسان سے افضل ہیں، ان دونوں مخلوقات میں بحیثیت مجموعی کون افضل ہے؟ علامہ بیضاوی نے اس سوال کے جواب میں تین اقوال نقل کیے ہیں۔

۱)۔ انسانوں میں سے انبیاء، فرشتوں میں سے انبیاء سے بہتر ہیں۔

۲)۔ انسانوں میں سے اولیاء فرشتوں میں سے اولیاء سے بہتر ہیں۔

۳)۔ فرشتے ہی افضل ہیں۔ ۳۴

مولانا نے تیسرے قول کو ترجیح دی اور اس پر علمی دلائل دیئے۔ ۳۵

ایک لطیف بحث

علامہ بیضاوی اپنی کتاب میں آیات قرآنیہ اور اس کے الفاظ و معانی اور جملوں کے ربط باہمی کے بعض بہت لطیف نکات بیان کرتے ہیں، علامہ بیضاوی کے انہی لطیف نکات کی وجہ سے ان کی کتاب محض تفسیر کی کتاب نہیں کہلاتی بلکہ اہل علم کے ہاں یہ کتاب عربی فصاحت و بلاغت، منطق وفلسفہ اور احکام ومسائل میں بھی ایک حوالہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان لطیف ودقیق نکات کو بہت اختصار اور اجمال کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے شارح کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ کس طرح علوم بیضاوی کو قاری تک منتقل کرتا ہے، مولانا نے یہ کام بحسن و

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خوبی سرانجام دیا ہے۔ انہی لطیف بحثوں میں سے ایک بحث سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۵ میں ہے جس میں روزوں کی فرضیت کا ذکر ہے۔ روزوں کی فرضیت کے اس حکم کے ساتھ حق تعالیٰ جل شانہ نے تین چیزیں ارشاد فرمائیں۔

۱۔ **ولتکملوا العدۃ** ۔اور تاکہ تم ایام ادا یا قضاء کے شمار کی تکمیل کر لیا کرو۔

۲۔ **ولتکبروا اللہ علی ماھداکم** ۔اور تاکہ اللہ کی بزرگی بیان کیا کرو اس پر کہ اس نے تمہاری طریقہ صحیح کی طرف رہنمائی کی۔

۳۔ **ولعلکم تشکرون** ۔اور تاکہ تم اس کی نعمت کا شکر ادا کرو۔۳۶

قرآن کریم کی اس آیت کے ان اجزاء کا اسلوب بتا رہا ہے کہ یہ تینوں اجزاء سیاق میں کسی فعل کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ تینوں ایک ہی فعل کی علت ہیں یا مختلف افعال کی اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ گزشتہ عبارت میں صرف دو افعال گزرے ہیں ایک فمن شہد منکم الشھر فلیصمہ۔۳۷ جو اس مہینہ کو پائے اسے چاہئے کہ وہ روزہ رکھے اور دوسرا **یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر** ۔۳۸ ہے۔ تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ تینوں اجزاء ان دو افعال سے متعلق ہیں تو ان کی ترتیب کیا ہوگی؟

علامہ بیضاوی نے اس موقع پر جو نقطہ نظر اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تینوں ایک محذوف فعل کی علتیں ہیں اور علت قرار پانے کے بعد یہ معطوف ہیں اپنے سے پہلے جملہ پر جب کہ پہلا جملہ مجمل ہے اور یہ معطوف جملہ مفصل ہے یعنی عطف المجمل علی المصفل ہے جس کو **علی طریق الفذلکہ** ۳۹ کہا جاتا ہے۔ مولانا نے اس مقام پر علامہ بیضاوی کی خوب ترجمانی کی ہے اور اس لطیف نکتہ کو بڑی خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

لتکملو علت ہے رعایت عدۃ کی، یعنی صرف فوت شدہ دنوں کی تکمیل ضروری ہے چند روزے فوت ہو جانے کی وجہ سے سارے رمضان کی قضا ضروری نہیں ہوگی۔

لتکبروا علت ہے قضاء کے حکم اور اس کی کیفیت کی کیونکہ میں ایام اخر مطلق ہے جس میں یہ جواز سمجھ میں آرہا ہے کہ قضا چاہے مسلسل کرلو اور چاہے اس میں وقفہ کرلو۔ جس طرح بھی تم کو آسانی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتو گویا یہ کہا گیا کہ تم کو قضاء کی سہولت دی گئی اور اس کیفیت بتادی گئی تا کہ تم اس رہنمائی پر اللہ کی بزرگی اور بڑائی بیان کرو کہ اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کا طریقہ بھی اس نے بتادیا۔

لعلکم تشکرون علت ہے رخصت وتیسیر کی کہ حالت سفر ومرض میں ہم نے تم کو رخصت دی تا کہ تم اللہ کے شکر گزار بنو اور یہ رخصت اصل حکم سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کا شکر کیا جائے کہ رخصت نے ایک مشکل کو آسان کردیا۔[۴۰]

یہاں تک تو مولانا نے علامہ بیضاوی کے کلام کی توضیح کی ہے لیکن اگلی عبارت میں ان کے اس نقطہ نظر پر اعتراض کر کے اس کا جواب دیا ہے۔

مباحث تصوف

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۹۷ **قل من کان عدواً لجبریل فانه نزله علی قلبك باذن الله** کی توضیح کے ضمن میں بعض لطیف مباحث تصوف نظر آتی ہیں جن میں اولاً اس بات کی وضاحت ہے کہ نزله علیک کے بجائے علی قلبک کیوں آیا، پھر قلب پر نزول کے ساتھ علیٰ کیوں آیا الی کیوں نہیں آیا۔ اور بڑی لطیف بات یہ فرمائی کہ مصنف (علامہ بیضاوی) نے اس مقام پر تو متکلمین کے مسلک کو ترجیح دی ہے جبکہ سورۃ فرقان میں فلاسفہ کے مسلک کو راجح قرار دیا ہے۔[۴۱]

اس سلسلہ میں ابوحیان، شاہ عبدالعزیز اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اقوال نقل کئے گئے۔

ابوحیان فرماتے ہیں کہ یہاں **نزل علیك** نہیں کہا گیا بلکہ **نزل علی قلبك** کہا گیا اس کی مختلف وجوہ ہیں۔

الف)۔ قلب عقل اور علم کا مرکز ہے تمام علوم یہاں جمع ہوتے ہیں۔

ب)۔ قلب کیفیات وواردات کا مرکز ہے تمام جسم کی کیفیات قلب کی کیفیات سے ہی متعلق ہوتی ہیں۔

ج)۔ قلب کو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کا نمونہ بنایا ہے یہیں صحف آسمانی اور قرآن کریم منقش کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے سلطان الجسد قرار دیا ہے۔

الا ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت، صلح الجسد کله واذا فسدت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فسد الجسد كله الاوھی القلب. ۴۲

د)۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جسم انسانی میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور اشرف مقام قلب ہے۔

ھ)۔ ہر انسان کے دل میں اللہ کا تعلق فطری طور پر موجود ہوتا ہے۔

و)۔ عقل انسان کے لیے یہ ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، کسی عضو کو حرکت دینے کے لیے دماغ قلب کو حرکت دیتا ہے اور قلب کی اس حرکت سے انسانی حیوۃ وابستہ ہے۔

ز)۔ انسانی صفات اور اس کے کمالات کا مرکز اور سرچشمہ ہے۔

مزید برآں علیٰ قلبک کہا الی قبلک نہیں کہا کہ اس میں بلاغت زیادہ ہے، الیٰ تو صرف انتہا ونزول کے لیے ہوتا یہاں انتہائے نزول کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ یہ کلام قلب پر براہ راست نازل ہو کر اس پر حاوی ہو گیا ہے، قلب اس کو سنتا، محفوظ رکھتا، اس کے احکام کی اطاعت کرتا اور منہیات سے روکتا ہے یہ تمام معنی علیٰ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ الیٰ سے نہیں۔ ۴۳

ابو حیان کے اس عارفانہ کلام کے بعد مولانا نے فتح العزیز کے حوالہ سے شاہ عبدالعزیزؒ کا قول نقل کیا۔

قلب پر نزول کلام کی دو صورتیں ہیں۔

الف)۔ پہلے سنے اور پھر قلب پر نازل ہو۔

ب)۔ پہلے قلب پر نازل ہو، پھر سینہ پر اور پھر تمام حواس پر۔

پہلا طریقہ عام ہے اور دوسرا چند مخصوص افراد کے لیے مخصوص ہے۔ قرآن کریم امت پر بھی نازل ہوا لیکن نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے، نبی کریمؐ پر یہ کلام براہ راست قلب پر پہلے اس طرح نازل ہوا محض نزول سے آپ اس کو قلب میں محفوظ کئے ہوتے، آپ کو یاد کرنے کے لیے دہرانے یا بار بار پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جب کہ امت پر براستہ سماعت نازل ہوا، اسی خصوصیت کی وجہ سے علیٰ قلبک کہا کہ یہ نزول نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے امت اس میں شریک نہیں۔ ۴۴

اس مقام پر ابو منصور ماتریدی کا ایک قول حاشیہ شیخ زادہ سے نقل کیا کہ نزل علیٰ قلبک سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کے صرف معانی ومفاہیم قلب پر نازل ہوئے کیونکہ قلب پر معانی ہی نازل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتے ہیں، الفاظ نازل نہیں ہوتے۔ ۴۵؎

ابومنصور ماتریدی کے اس قول کے جواب میں مولانا اشرف علی تھانوی کا قول نقل کیا۔

''قلب الفاظ و معانی بلکہ صرف الفاظ کا بھی ادراک کر لیتا ہے قوت سامعہ کے ذریعہ سے انسان جو الفاظ سنتا ہے، قلب ان کو محفوظ کر لیتا ہے، یہاں قوت سامعہ یا حواس خمسہ ظاہرہ میں کوئی بھی قوت صرف آلہ، ذریعہ یا راستہ کی حیثیت رکھتی ہے، اصل مرکز ادراک قلب ہی ہے، نبی کریم ﷺ نزول وحی کے وقت بشریت سے نکل کر ملکیت میں داخل ہو جاتے، آپ کے حواس خمسہ ظاہرہ معطل ہو جاتے، دنیا سے ان کا رابطہ منقطع ہو جاتا روح عالم ملکوت میں پہنچ جاتی، اس حالت میں وحی کے الفاظ بلاواسطہ آپ کے قلب پر نازل ہوتے اور جیسے ہی نزول وحی کی کیفیات جدا ہوتیں آپ الفاظ وحی کو قلب میں محفوظ کئے ہوتے۔ جیسے انسان خواب میں دیکھتا اور سنتا ہے اور ان الفاظ اور صورتوں کو قلب میں محفوظ کر لیتا ہے، حالانکہ اس کے حواس خمسہ ظاہرہ اس وقت معطل ہیں''۔ ۴۶؎

یہ بحث مخطوط کے جزو خامس میں ہے، اس جزو کی تحریر و تسوید سے مولانا ۴ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ کو فارغ ہوئے۔

امم سابقہ کے بعض واقعات کی تشریح و توضیح کے ضمن میں علامہ بیضاوی نے بعض بڑے لطیف نکات پر بحث کی ہے، مولانا نے ایسے مقامات پر بھی علامہ کی خوب ترجمانی کی ہے، ان کی بات کو بڑے احسن انداز اور پیرائے میں سمجھانے کی کوشش کی ہے کسی مقام پر علامہ پر تنقید بھی کی ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۶۷ تا ۷۱ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ کا یہ حکم انہیں پہنچایا تو انہوں نے اس گائے کی کیفیت، اس کے رنگ اور اس کی عمر کے بارہ میں سوالات کیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام وحی کے ذریعہ جواب دیتے رہے۔ اس واقعہ کے ضمن میں علامہ بیضاوی دو اقوال نقل کرتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۔ گائے پہلے سے ان اوصاف وخصوصیات کے ساتھ علم الٰہی میں متعین تھی اوراطاعت حکم میں مطلوب بھی تھی البتہ ان اوصاف کو حکم کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے سوال وجواب کا طریقہ پر مقدر کیا گیا اور جوابات میں وہ اوصاف بتائے گئے۔اس کی دلیل وہ ضمائر ہیں جو سوالات وجوابات کے دوران اس گائے کے لیے استعمال کی گئیں۔ ماھی، مالونہا، انہا بقرۃ صفراء، انہا بقرۃ لا ذلول۔ یہ تمام ضمائر ایک متعین گائے کی طرف لوٹتی ہیں۔

۲۔ گائے اولاً غیر متعین تھی تخصیصات سوالات کی وجہ سے آئیں۔ ۴۷

مولانا نے مصنف کے ان دونوں اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ

بیضاوی نے پہلے قول اول کو ترجیح دی اور پھر دوسرے قول کو۔ ۴۸

بعد ازاں علامہ زمخشری کا قول بھی نقل کیا جو دوسرے قول سے قریب تر ہے کہ سوالات کی وجہ سے تخصیص ہوئی اور پہلا عام حکم منسوخ ہوا۔ ۴۹

یمکن ان یقال لیس ذالك بنسخ لا ن البقرة المطلقة متناولة للبقرة المخصوصة وذبح البقرة المخصوصة ذبح للبقرة مطلقاً فهو امتثال للامر الاول فلا يكون نسخا. ۵۰

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہاں نسخ نہیں ہے کیونکہ ذبح بقرہ کا عام حکم مخصوص گائے کے حکم کو بھی شامل ہے، مخصوص گائے کو ذبح کرنا ایک گائے کو بھی تو ذبح کرنا ہے جس میں حکم اول یعنی گائے ذبح کرنا بھی تعمیل ہوگئی ہے لہذا حکم اول منسوخ نہیں ہوا۔

چھٹے حصہ کے اختتام پر دوسرا پارہ مکمل ہوا اور اس حصہ کی تحریر وتسوید ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ کو شروع ہو کر ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ کو مکمل ہوئی۔ ۵۱

مولانا نے اپنے حاشیہ میں فقہی مسائل پر بہت کم بحث کی ہے اور جہاں کہیں اختصار کے ساتھ بحث کی ہے وہاں قرطبی اور ابن عربی کی الجامع الاحکام القرآن اور جصاص کی احکام القرآن کو اپنا ماخذ ومصدر بنایا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اکراہ فی الدین کی توضیح

سورۃ بقرہ کی آیت لا اکراہ الدین ۔۵۲ کی توضیح کے ضمن میں اس اشکال کا جواب دیا کہ اسلام تلوار سے پھیلا یا دعوت و اخلاق سے ۔ مولانا نے متعدد جہتوں سے اس سوال کا جواب دیا۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے جب دعوت دین کے کام کا آغاز کیا تو آپ تنہا تھے آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی نہ ہی کوئی تلوار والا آپ کے ساتھ تھا، اس کیفیت کے ساتھ دعوت دین کے کام کا آغاز ہوا۔

۲۔ مکہ مکرمہ میں آپ خفیہ نماز پڑھتے ،آپ کے ساتھیوں پر سختیاں کی جاتیں ۔ کیا ایک ضعیف، عاجز اور ناتواں ایک قوی اور طاقت ور پر جبر کر سکتا ہے۔

۳۔ آیت لا اکراہ مدنی آیت جو بعد از ہجرت نازل ہوئی ،تو جب ہجرت کے بعد حکومت بننے کے بعد جبر و اکراہ کی اجازت نہیں تو ضعف و ناتوانی کی حالت میں کیسے ہو سکتی ہے۔

۴۔ ایمان دل کی گہرائیوں سے پکا اور سچا یقین کر لینے کا نام ہے، یہ یقین و اذعان دلائل و براہین سے حاصل ہو سکتا ہے تلوار سے نہیں۔

۵۔ صحابہ کے دلوں میں ایمان ایسا جذب اور پیوستہ تھا جیسے انگور کے عرق میں شراب۔

۶۔ ان صحابہ کرامؓ نے اسلام کی محبت میں اپنا گھر بار، اپنا خاندان، اپنا وطن چھوڑ دیا۔

۷۔ بعض صحابہ کرامؓ نے خود اپنے ہی خاندان کے لوگوں سے جہاد و قتال کیا۔ کیا جبر و اکراہ کے ذریعہ کسی کے دل میں ایسا اسلام پیدا کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ جہاد و قتال لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کے لیے نہیں بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ، اعزاز دین، دفع فساد، حق کے راستہ میں حائل رکاوٹوں کو ہٹانے کے لیے تھا۔

۹۔ ایک ہزار برس تک مسلمانوں کو بے مثال اقتدار و غلبہ حاصل رہا اگر جبر و اکراہ سے لوگوں کو مسلمان کیا جاتا تو آج ایک شخص بھی دنیا میں غیر مسلم نہ ہوتا۔۵۳

ساتویں جزو کے اختتام پر سورۃ بقرہ مکمل ہوئی، اس حصہ کی تالیف کا دور ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ تا ۲۰ محرم ۱۳۶۹ھ ہے اس طرح سات سال اور تین ماہ کی مسلسل محنت شاقہ کے بعد سورۃ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فاتحہ وبقرہ کی توضیح مکمل ہوئی۔

آٹھواں حصہ سورۃ آل عمران کی توضیح پر مشتمل ہے اس کی تکمیل ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۷۳ھ بروز جمعہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہوئی۔

سورۃ کے آغاز سے سورۃ آل عمران کی وجہ تسمیہ بیان کی اور بیان کیا کہ اس کے نام الزہرا، الکنز اور المجادلہ بھی ہیں۔ بعد ازاں مضامین سورۃ آل عمران کے باہم ربط پر اختصار کے ساتھ بحث کی ہے۔ سورۃ آل عمران میں توضیحات سورۃ فاتحہ وبقرہ کی نسبت بہت مختصر ہیں۔

سورۃ آل عمران کی آیت **وما یعلم تاویلہ الا اللہ** ۔۵۴ کی توضیح میں تاویل اور تفسیر کے فرق میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت **الحق من ربك** ۵۵ کی توضیح کے ضمن میں کسی نصرانی سے امام فخر الدین کے ایک مناظرہ کا ذکر تفصیل سے کیا گیا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود ہونے کو متعدد وجوہ سے باطل قرار دیا گیا ہے۔۵۶

آخری حصہ سورۃ بنی اسرائیل سے اختتام قرآن کریم تک ہے اس حصہ کے بعض مقامات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ شاید مولانا اس میں مزید اضافہ کرنا چاہتے تھے لیکن انہیں اس کا موقع میسر نہیں آیا۔

مجموعی طور پر بیضاوی کو سمجھنے، اس کے علوم ومعارف کو پانے اور ان خزائن علم کی بازیافت کے لیے جو بیضاوی میں چھپے ہوئے ہیں، یہ حاشیہ ایک اہم اور بنیادی مددگار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس حاشیہ کے ذریعہ عربی پر ضروری دسترس رکھنے والا ایک ایسا انسان بھی جس نے بیضاوی درساً نہ پڑھی ہو، بیضاوی کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

علامہ بیضاوی کی اس تفسیر کی تالیف کے بعد سے اب تک جتنے بھی حواشی اس پر لکھے گئے ہیں اور جو مہیا ہیں، ان سب کے علوم ومعارف کا نچوڑ اس حاشیہ میں موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی صاحب تحقیق اس عظیم کام پر تحقیق وتدوین کا بیڑہ اٹھائے اور اسے جدید خطوط پر استوار کر کے شائع کیا جائے۔ اس حاشیہ کو دیگر حواشی میں جو امتیازات حاصل ہیں سطور آئندہ میں ان پر بحث کی جائے گی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تقابلی جائزہ

علامہ بیضاوی کی کتاب انوار التنزیل واسرار التاویل کے تعارف کے ضمن میں اس کی تعلیقات اور شروح وحواشی کا ذکر کیا گیا۔مولانا کاندھلوی کا حاشیہ اسلوب سابق حواشی سے کسی قدر منفرد ہے۔مولانا نے آسان زبان اور عمدہ وسہل عبارات کے ساتھ بیضاوی کے مقصد اور مفہوم کلام کو سمجھانے کی اچھی کوشش کی ہے جب کہ دیگر شارحین کے کلام کسی قدر مشکل ہیں۔

لفظ اللہ پر بحث میں مولانا نے اللہ کے اسم جنس ہونے کو ترجیح دی ہے جب کہ حاشیہ شہاب میں اللہ کے اسم علم ہونے کو ترجیح دی گئی ہے۔[۵۷]

اسی طرح شیخ زادہ نے بھی اپنے حاشیہ میں اسی کو ترجیح دی ہے اور علامہ بیضاوی نے جن وجوہ سے اس کے علم ہونے کا انکار کیا ہے ان وجوہ کا جواب بھی دیا ہے۔[۵۸]

مولانا کا انداز واسلوب شیخ زادہ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے اور جابجا مولانا نے شیخ زادہ سے استفادہ بھی کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ حاجی خلیفہ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج:۱،عمود:۱۹۰

۲۔ ایضاً:عمود۱۸۹

۳۔ ایضاً:عمود۱۹۰

۴۔ ایضاً:عمود۱۹۲،۱۹۳

۵۔ حسنی،عبدالحئی۔نزھۃ الخواطر،ج:۴،ص:۳۸۵

۶۔ قدوائی،محمد سالم ڈاکٹر،ہندوستان کے مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں،دہلی،مکتبہ جامعہ،ص:۱۷۵تا۱۹۴

۷۔ محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ القوجی (م۹۵۱ھ/۱۵۴۴ء)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۸۔ خفاجی (م ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء)

۹۔ اسماعیل بن محمد بن مصطفیٰ القونوی الحنفی (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء)

۱۰۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم (م ۸۸۰ھ/ ۱۴۷۵ء)

۱۱۔ علامہ ابوالفضل القرشی الصدیقی الکازرونی (م تقریباً ۹۴۰ھ/۱۵۳۳ء)

۱۲۔ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ الاسفرائینی (م ۹۴۳ھ/ ۱۵۳۶ء)

۱۳۔ محمد ادریس کاندھلوی، مولانا۔ الفتح السماوی بتوضیح تفسیر البیضاوی، مخطوط جزو ۱، مقدمہ

۱۴۔ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی مولانا کے فرزند نمبر ۳ ہیں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے میں منسلک رہے۔ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ انہوں نے مولانا کی ہدایت پر خوش نویسی کی مشق مولانا کے مسودات نقل کرنے کے لیے کی تھی۔

۱۵۔ ہم نے تعارف کے ضمن مولانا کاندھلوی کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے مخطوط کو سامنے رکھا ہے۔

۱۶۔ بیضاوی، ناصرالدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر۔ انوارالتنزیل واسرارالتاویل،
۱۴۰۵ھ، ج:۱، ص:۵

۱۷۔ مولانا کاندھلوی۔ الفتح السماوی مخطوط جزو ۱، تفسیر سورۃ فاتحہ

۱۸۔ حوالہ بالا

۱۹۔ حوالہ بالا

۲۰۔ بیضاوی، کتاب وجلد مذکور

۲۱۔ مولانا کاندھلوی، الفتح السماوی، مخطوط جزو ۱

۲۲۔ ایضاً، جزو ۲، تفسیر سورۃ بقرہ آیت ۳

۲۳۔ بیضاوی، انوارالتنزیل، ج:۱، ص:۶، ۷

۲۴۔ ۲:البقرہ:۱۷

۲۵۔ ایضاً:۱۹

۲۶۔ مولانا کاندھلوی، کتاب مذکور جزو ۳، تفسیر سورہ بقرہ آیت ۱۷ تا ۲۰

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۷۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، ۱۶، بیروت، دار ابن کثیر، باب حلاوۃ الایمان (۸) کتاب الایمان

۲۸۔ مولانا کاندھلوی، حوالہ مذکور

۲۹۔ ۲: البقرۃ: ۳۰

۳۰۔ فرقہ حشویہ، اس طبقہ کو کہا جاتا ہے جو آیات مقدسہ کو صرف ظاہری معنی پر معمول کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس سے یہی مراد ہے۔ دیکھئے تھانوی محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون، ج: ۲، ص: ۳۹۶، ۹۷

۳۱۔ ۵۳: النجم: ۳۲

۳۲۔ بیضاوی، انوار التنزیل، ج: ۱، ص: ۴۵، ۴۶

۳۳۔ مولانا کاندھلوی، الفتح السماوی، (مخطوط) جزو ۳، تفسیر سورہ بقرہ آیت ۳۰

۳۴۔ بیضاوی، حوالہ مذکور

۳۵۔ مولانا کاندھلوی، حوالہ مذکور

۳۶۔ ۲: البقرہ: ۱۸۵

۳۷۔ حوالہ بالا

۳۸۔ حوالہ بالا

۳۹۔ طریق الفذ لکہ کے معنی ہیں، اسلوب اختصار

۴۰۔ مولانا کاندھلوی، کتاب مذکور، جزو ۶، تفسیر سورہ بقرہ ۱۸۵

۴۱۔ ایضاً، جزو ۵، تفسیر سورہ بقرہ آیت ۹۷

۴۲۔ مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح (۱۰۷)، بیروت، دار احیاء ج: ۳، ص: ۱۲۱۸ کتاب المساقاۃ

۴۳۔ مولانا کاندھلوی، حوالہ مذکور

۴۴۔ شاہ عبدالعزیز، فتح العزیز

۴۵۔ بیضاوی،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۶۔ مولانا کاندھلوی، الفتح السماوی، (مخطوط) تفسیر سورہ بقرہ آیت ۶۷، ۷۱

۴۷۔ زمخشری، محمود بن عمر، الکشاف، بیروت، دارالمعرفہ ج۱: ص ۳۸۸

۴۸۔ محی الدین شیخ زادہ، بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ، ترکی، المکتبہ الاسلامیہ، ج۱: ص ۳۲۲

۴۹۔ مولانا کاندھلوی، کتاب مذکور، جزو ۵ تفسیر سوہ بقرہ آیت ۹۷

۵۰۔ ایضاً: جزو ۶

مولانا کی اس عبارت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مولانا اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کریم میں نسخ کا قول جب ہی اختیار کیا جائے جب نسخ بالکل واضح ہو اور انکار کی کوئی وجہ نہ ہو۔

۵۱۔ مولانا کاندھلوی، الفتح السماوی، جزو ۶

۵۲۔ ۲: البقرہ: ۲۵۶

۵۳۔ مولانا کاندھلوی، کتاب مذکور، جزو ۷، تفسیر سورہ بقرہ۔ آیت ۲۵۶

۵۴۔ ۳: آل عمران: ۷

۵۵۔ ایضاً: ۶۰

۵۶۔ مولانا کاندھلوی، الفتح السماوی، (مخطوط) جزو ۸، سورہ آل عمران: آیت ۶۰

۵۷۔ عبدالحکیم سیالکوٹی، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علیٰ تفسیر البیضاوی (حاشیہ شہاب)، بیروت، دار اصادر، ج ۱۱: ص: ۶۱

۵۸۔ محی الدین شیخ زادہ، حاشیہ بیضاوی، ج ۱: ص: ۲۲

☆☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com